تہذیبوں کے گورکھ دھندے

مروِن ہیرس

ترجمہ: شیخ ریاض احمد

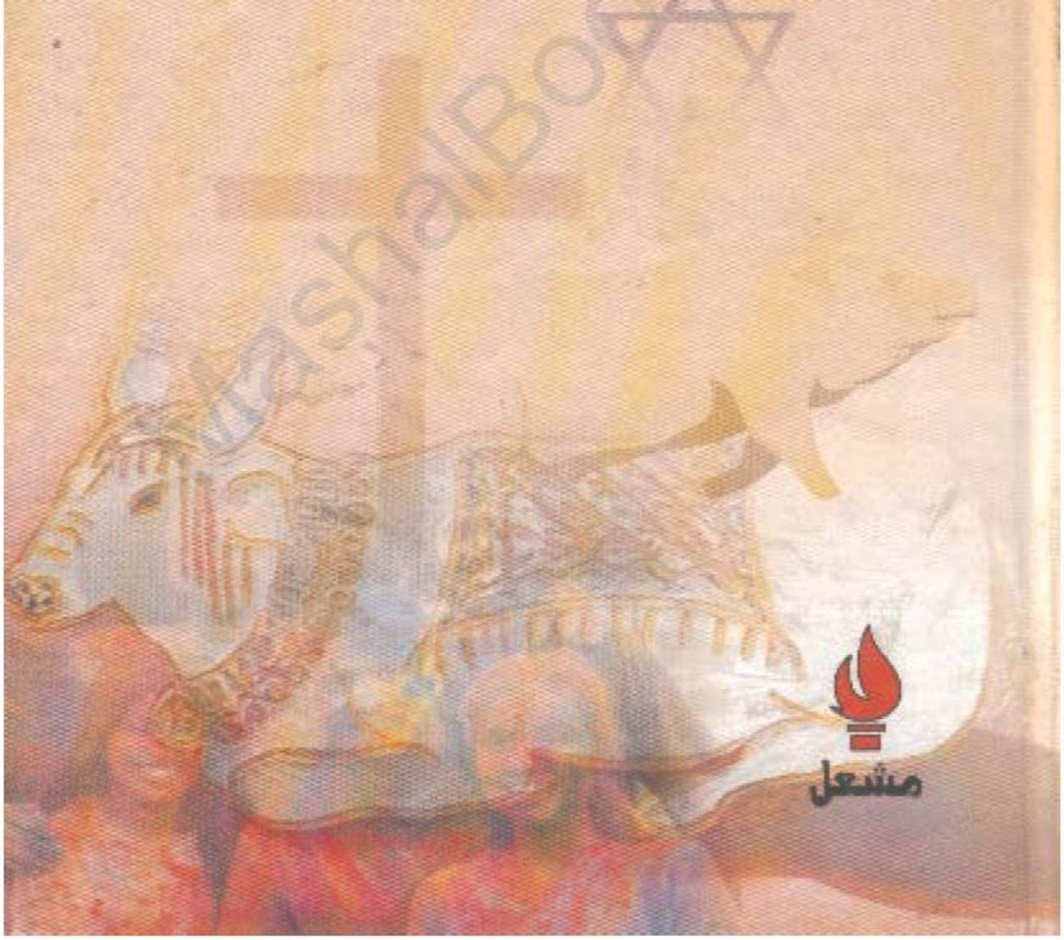

مشعل

MashalBooks.org

تہذیبوں کے گورکھ دھندے

مروِن ہیرس

ترجمہ: شیخ ریاض احمد

مشعل

آر- بی 5 ' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور54600 ' پاکستان

MashalBooks.org

تہذیبوں کے گورکھ دھندے
حرام اور حلال کا عقیدہ

مروِن ہیرس
ترجمہ: شیخ ریاض احمد

کاپی رائٹ اردو (c) 2005 مشعل بکس

پہلی اشاعت 2001

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان
فون و فیکس: 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk
http:/www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

فہرست

1-	تمہید	5
2-	افتتاحیہ	9
3-	گئو ماتا	14
4-	سؤر کے شیدائی اور سؤر سے متنفر	35
5-	کہنہ طرز کی جنگ	58
6-	وحشی مرد	77
7-	دولت کی نمائش کے لیے دعوتیں	102
9-	سراب کے تعاقب میں	122
10-	ذکر مسیحاؤں کا	142
11-	امن کے شہزادے کا راز	162
12-	اڑن کھٹولے اور عیش ونشاط کی محفلیں	187
13-	جادوگری کا جنونی خبط	202
14-	سحر کی واپسی	216
15-	حرف آخر	231
16-	مصنف کے بارے میں	237

MashalBooks.org

MashalBooks.org

تمہید

میں نے انڈر گریجوایٹ کلاس کے طالب علموں کو اس موضوع پر اپنا لیکچر دینا ختم کیا تھا کہ ہندوؤں کے نزدیک گئوکشی کی مذہبی ممانعت کے حق میں معقول وجوہ موجود ہیں، مجھے یقین تھا کہ ذہن میں پیدا ہونے والے ہر اعتراض کو پیشگی زیر بحث لا چکا ہوں۔ اپنے اعتماد کے سہارے میں نے پوچھا کہ آیا کسی کو کوئی سوال کرنا ہے۔ ایک مضطرب نوجوان نے اپنا ہاتھ کھڑا کیا، ''لیکن یہودیوں کے نزدیک سؤر کے گوشت کی مذہبی ممانعت کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

کئی ماہ بعد میں نے اس پر ریسرچ شروع کی۔ یہودی اور مسلمان دونوں، سؤر کے گوشت سے کیوں متنفر ہیں۔ تقریباً ایک سال کا عرصہ اس مسئلے پر غور وفکر کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے سامنے اپنے خیالات پیش کرنے کے لیے تیار ہو پایا۔ جوں ہی میں نے بولنا ختم کیا میرے ایک دوست نے جو جنوبی امریکی انڈینز کے امور کا ماہر تھا یہ پوچھا کہ ''تاپی راپے'' کی ہرن کے گوشت پر ممانعت سے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

اور اسی طرح ان میں سے ہر پہیلی کے سلسلے میں ایسا ہی اتفاق ہوتا رہا ہے جن کے لیے میں نے وضاحت تلاش کرنے کی کوشش کی۔ جیسے ہی میں سمجھ میں نہ آنے والے کسی معمول یا رسم کے بارے میں وضاحت پیش کرتا ہوں تو کوئی اور صاحب کوئی دوسرا مسئلہ سامنے لے آتے ہیں۔ مثلاً چلئے مان لیا کہ کیوا کیول قبیلے میں پاٹلیچ کی دعوتوں کا جواز صحیح ہو لیکن یا نوما قبیلوں میں جنگ و جدل کا آپ کیا جواز پیش کرتے ہیں؟ میرے خیال

میں وہاں پروٹین کی کمی اس کا سبب ہوسکتی ہے......''لیکن نئ عبرانی بستیوں میں کارگو کے اعتقاد سے متعلق کیا خیال ہے؟ دراصل معمولات کی وضاحت آلو کی چپس کی طرح (خوش ذائقہ) ہوتی ہے۔لوگ انہیں کھائے چلے جاتے ہیں جب تک پوری تھیلی ختم نہ کرلیں۔

کتاب میں ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف چلے جانے کی ایک وجہ یہ بھی شامل ہے کہ یہ بھارت سے لے کر ایمیزون تک اور یسوع مسیح سے کارلوس کا سٹنڈا تک کثیرالانواع مشمولات کا احاطہ کرتی ہے۔لیکن اس میں اور آلو کی چپس سے بھری تھیلی کی یکسانیت میں کچھ فرق بھی ہیں۔میری آپ سے ایک گزارش یہ ہے کہ آپ کے تصور میں جو حصہ سب سے زیادہ پسندیدہ ہو، پہلا لقمہ اس سے نہ لیجئے۔ ساحری سے متعلق میری تشریحات کا انحصار مسیحاؤں کے بارے میں وضاحتوں سے ہے اور مسیحاؤں سے متعلق تفصیلات کا ربط وتعلق بڑے لوگوں کے بارے میں اظہار خیال سے ہے۔ پھر اسی طرح اس اظہار خیال کا تعلق شہوت پرستی کی وضاحت سے ہے اور شہوت پرستی کا تعلق سؤر کی الفت کے بیان سے اور اس کا سؤر سے نفرت کی وجوہات پر ہے، اور سؤر کی نفرت کی توضیح گائے کی محبت سے متعلق وضاحت پر منحصر ہے۔ یہ نہیں کہ دنیا کا آغاز ہی گائے کی محبت سے ہوا بلکہ معاشرتی معمولات کو سمجھنے کے لیے میں نے اپنی کوششوں کا آغاز اسی سے کیا۔ لہٰذا براہ مہربانی اسے الل ٹپ انداز میں (جہاں سے جی چاہے) شروع کر کے نہ پڑھیں۔

اس کتاب کے مختلف ابواب کو باہم منسلک اور ایک دوسرے پر منحصر دیکھنا اور سمجھنا یوں ضروری ہے کہ اس کے مختلف اجزاء سے مل کر مرتب ہونے والے مجموعی اثرات ظاہر ہوں۔ ورنہ میرے پاس درجنوں شعبوں اور علوم کے ماہرین کی طرف سے بار بار تنقید کا نشانہ بننے کے خلاف دفاع کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ میں ماہرین کی عزت کرتا ہوں اور ان سے سیکھنا چاہتا ہوں۔لیکن جیسے وہ اثاثے کی حیثیت رکھتے ہیں، اتنے ہی راہ میں رکاوٹ بھی بن سکتے ہیں......اگر آپ نے ایک ہی وقت میں ان میں سے اکثر پر انحصار کرنا ہو۔کیا آپ نے کبھی ہندومت کے کسی ماہر محقق سے نیوگنی میں سؤر سے کی جانے والی محبت کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی ہے؟ یا نیوگنی کے بارے میں جس شخص کو سند کا درجہ حاصل ہو اس سے یہودیوں میں سؤر سے نفرت کے متعلق دریافت کیا ہے؟ یا اسی طرح یہودیت کے عقائد اور رسومات کے کسی ماہر سے نیوگنی میں مسیحاؤں سے متعلق سوال کیا ہے؟

میں اپنی اس جسارت پر کہ میں نے علوم وفنون، قاعدے قوانین، براعظموں اور صوبوں کو اپنی صدیوں کو اپنی طبع آزمائی کے دامن میں سمیٹا، صرف یہ کہوں گا کہ دنیا اپنے حلقہ دام کو علوم، براعظموں اور صدیوں تک پھیلا چکی ہے۔ قدرتی طور پر کوئی چیز ایک دوسرے سے اتنی الگ نہیں جتنے دو ہنرمند ماہرین۔

میں ان محققین کی کاوشوں کا احترام کرتا ہوں جو ثابت قدمی سے ایک صدی، ایک قبیلے ایک شخصیت کے متعلق اپنے علم کو پھیلاتے اور پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عام اور تقابلی مقاصد کے حامل مسائل پر ایسی کوششیں زیادہ موثر انداز میں ہونی چاہئیں۔ ہمارے ضرورت سے زیادہ مہارت کے حامل سائنس دانوں کی تہذیب وتمدن سے متعلق وجوہات کے بارے میں واضح ناکامی کا سبب، معاشرے کے معمولات میں قانون شکنی کے عمل کا دخل نہیں بلکہ میرے خیال میں یہ ان ماہرین کو گراں قدر صلوں سے نوازنے کا نتیجہ ہے جو کسی نظریے کے خلاف کسی واقعے کو ہرگز خطرہ نہیں سمجھتے۔ حالیہ کچھ عرصے سے سماجی تحقیق کے حجم اور سماجی افراتفری کی سنگینی کے مابین قائم ہونے والے مناسب تعلق کا صرف ایک مطلب اور مدعا ہے اور وہ یہ کہ اس ساری تحقیق کو یکجا کرنے سے حاصل ہونے والی مجموعی قوت کا کام لوگوں کو اپنی سماجی زندگی کی وجوہات سمجھنے سے محروم کرنا ہے۔

علم سے متعلق انتظامیہ کے پردھانوں (پنڈتوں) کا اصرار ہے کہ افراتفری کی یہ صورت حال تحقیق اور سوچ سمجھ کی کمی کا نتیجہ ہے۔ (جسے دانشگی کہتے ہیں) لیکن ان سکالروں کی بات مان لی جائے تو اس میں جاننے کو کچھ کم ہی ملے گا، زیادہ نہیں۔ مزید ریسرچ اور تحقیق سے اس وقت تک معاشرتی معمولات کی وجوہات کو سمجھنے میں کوئی مدد نہیں ملے گی جب تک ایسی حکمت عملی اختیار نہ کی جائے جس کا مقصد ماہرانہ ہنرمندی اور موجودہ علم کے مابین حائل خلیج کو ایسے منظم خطوط پر بانٹنے کی کوشش کرنا ہو۔

اگر ہم جائز طور پر عمومی وضاحتوں کے متلاشی ہیں تو ہمیں کم از کم ایک ابتدائی تصور کا حامل ہونا چاہیے کہ قدرت اور تہذیب سے متعلق غیر مستحکم حقیقتوں سے آگاہی کے لیے کہاں رجوع کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ کاوش وہ راہ دکھانے میں جس کی طرف رجوع ضروری ہے، ایک نہ ایک دن ایسی حکمت عملی کے فروغ میں مددگار ثابت ہوگی۔

MashalBooks.org

MashalBooks.org

افتتاحیہ

یہ کتاب زندگی کے بظاہر غیر معقول اور ناقابل وضاحت رویوں اور معمولات سے متعلق ہے۔ ان میں سے کچھ پیچیدہ رسوم و رواج کا تعلق جاہلانہ دور کی قدیم اور پسماندگی میں مبتلا اقوام سے ہے ــــ مثلاً مغرور، متکبر، شیخی باز امریکی انڈینز کے سردار جو اپنی ملکیتوں کو محض اس لئے جلا دیتے تھے تاکہ یہ دکھا سکیں کہ وہ کتنے امیر ہیں۔ کئی اداروں کا تعلق ترقی پذیر معاشروں سے ہے، ان میں میرے پسندیدہ ہندو ہیں جو گائے کا گوشت کھانے سے انکار کرتے ہیں خواہ وہ فاقوں کا شکار ہو رہے ہوں۔ ان کے علاوہ بھی کچھ اور ہیں جن کا واسطہ مسیحاؤں اور ساحروں سے ہے جو ہماری اپنی تہذیب کے دھارے کا حصہ ہیں۔ اپنے نقطۂ ہائے نظر کی وضاحت کے لیے میں نے قصداً ایسے منفرد اور اختلافی مسائل کو منتخب کیا ہے جنہیں ناقابل حل پہیلیاں کہا جا سکتا ہے۔

ہمارا زمانہ دعویدار ہے کہ ہم حکمت و دانش کے زیادہ جام لنڈھا کر اس کی گرفت میں جکڑے گئے ہیں۔ کئی سکالرز ایک انتقامی جذبے کے زیر اثر ثابت کرنے کے لیے ہمہ تن مصروف کار ہیں کہ سائنس اور عقل و استدلال سے انسانی طرز ہائے بودوباش میں اختلاف، تضاد اور کمی بیشی کی وضاحت نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ اس پر اصرار ایک فیشن سا بن گیا ہے کہ جن گنجلک مسائل کو آنے والے ابواب میں زیر بحث لایا گیا ہے ان کا کوئی حل نہیں۔ معاشرت کے ان پیچیدہ مسائل میں موجودہ سوچ کی راہ زیادہ تر ''روتھ بینڈکٹ'' نے اپنی کتاب ''تمدن کے نمونے'' کے ذریعے ہموار کی۔ ''کیوا کیول''، ''ڈوبوانز'' اور

''زونی'' تمدنوں میں حیرت انگیز اور نمایاں اختلافات کی وضاحت کرنے میں ''بینڈکٹ'' نے اس خیالی داستان کا سہارا لیا ہے جسے وہ ''ڈگرانڈینز'' سے منسوب کرتی ہے۔ اس افسانونی تصور میں کہا گیا ہے کہ خدا نے ہر قوم اور سب لوگوں کو ایک مٹی کا پیالہ دیا اور وہ اس پیالے سے اپنی زندگی کے گھونٹ بھرتے رہے...... وہ سب پانی میں ڈوب گئے لیکن ان کے پیالے مختلف تھے۔ کئی لوگوں نے اس کے جو معنی لئے ان کے مطابق صرف خدا کو ہی معلوم ہے کہ ''کیوا کیول'' کیوں اپنے گھروں کو جلاتے رہے ہیں او راسی طرح، کہ ہندو گائے کا گوشت کھانے سے کیوں پرہیز کرتے ہیں یا مسلمان اور یہودی سؤر کے گوشت سے کیوں نفرت کرتے ہیں، یا پھر یہ کہ کیوں کئی لوگ مسیحاؤں پر اور دوسرے شعبدہ بازوں پر یقین رکھتے ہیں۔ اس رائے کا طویل المیعاد عملی اثر یہ رہا ہے کہ اس سے مختلف اور متضاد نوعیّتوں کی دوسری وضاحتوں کی تلاش کے لیے حوصلہ شکنی ہوتی ہے کیونکہ ایک بات بالکل واضح ہے کہ اگر آپ کو کسی الجھن سے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا کوئی حل موجود ہے تو پھر آپ یہ حل کبھی نہیں پا سکیں گے۔

مختلف تہذیبوں کے مطالعے اور ان پر غور وفکر کے لیے ہمیں ابتدا اس مفروضے سے کرنی چاہیے کہ انسانی زندگی محض اتفاقی، ناگہانی، من موجی امنگ اور متلون مزاجی کا نام نہیں۔ اس مفروضے کے بغیر اگر انتہائی طور پر ناقابل تحقیق وتلاش کسی رسم و رواج یا ادارے کا جواز ڈھونڈنے کا سامنا ہو تو جلد یا بدیر اس کوشش کو ترک کر دینے کی ترغیب ہوتی ہے۔ کئی سالوں کی سوچ وبچار کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ایسے معاشرتی معمولات جن کا جواز دوسرے لوگوں کی سوچ کے مطابق یکسر ناقابل دریافت تھا دراصل وہ قطعی اور فوری طور پر سمجھ آنے والی وجوہات کے حامل تھے۔ اتنے طویل عرصے تک ان وجوہات کو نظر انداز کئے جانے کی بڑی وجہ ہر شخص کا یہ یقین کامل ہے کہ ''اس کا جواب صرف خدا جانتا ہے۔''

کئی رسوم و رواج اور اداروں کا وجود اور اسرار و رموز سے بھرپور نظر آنے کی ایک اور وجہ ہماری ان خطوط پر تربیت ہے کہ ان تہذیبی عوامل کی توضیح وتشریح کے لیے ہم روحانیت سے مربوط و منسلک اقدار کو عزیز رکھنے کا سہارا لیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں ارضی اور مادی وجوہات کی اہمیت ہمارے نزدیک کمتر ہوتی ہے۔ میرا مؤقف یہ ہے کہ اس کتاب میں جن معموں کو زیر بحث لایا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کا حل ان معروضی

حالات و واقعات کو بہتر انداز میں سمجھنے سے ہے۔ میں آپ کو دکھاؤں گا کہ بظاہر انتہائی نرالے اور عجیب وغریب اوٹ پٹانگ قسم کے اعتقادات اور معمولات بھی اگر ان کا گہرے غوروفکر سے جائزہ لیا جائے تو ان کی بنیاد ادنیٰ اور معمولی (بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ عامیانہ) ضروریات اور سرگرمیاں ہوتی ہیں۔ ادنیٰ اور عامیانہ حل سے میری مراد یہ ہے کہ اس حل کی بنیاد کسی خاص گن، خوبی، جنس، توانائی، بادو باراں......غرضیکہ کسی محسوس کیئے جا سکنے والے عام سے عنصر یا عمل پر نہیں ہوتی۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ پیش کیئے جانے والے حل کسی لحاظ سے سادہ اور عیاں ہوتے ہیں بلکہ اس کے بالکل برعکس ایسا نہیں ہوتا انسانی معاملات میں متعلقہ مادی اجزا کی شناخت ہمیشہ ایک مشکل کام رہا ہے۔عملی زندگی کئی بھیس بدلتی ہے۔ زندگی ہر معمول کئی ایسی فرضی اور تصوراتی کہانیوں میں ملفوف ہوتا ہے جن کے باعث توجہ غیر حقیقی یا مافوق الفطرت توہمات کی طرف رخ کر لیتی ہے۔ یہ خول اور لبادے لوگوں کو ایک سماجی شناخت اور مقصد کا احساس دیتے ہیں لیکن یہ عریاں سماجی صداقتوں اور سچائیوں کی نفی کرتے ہیں تہذیب وتمدن سے متعلق عام بنیادی وجوہات کے بارے میں فریب اور دھوکہ بازی عام معمولی احساس اور شعور کی راہ میں سیسے کی کئی تہوں والی دیوار کی مانند حائل ہو جاتی ہے۔ اس رکاوٹ پر قابو پانا اسے ہٹانا کبھی آسان نہیں رہا۔

آج کے زمانے میں جب اک طرف شعور وآگہی تبدیل شدہ غیر معمولی کیفیتوں سے آشنائی کے لیے بے تاب ہیں وہاں دوسری طرف ہم اس امر کو نظر انداز کرنے پر مائل ہیں کہ ہمارا ذہن کس حد تک پہلے ہی بعید العقل پراسرار شعور کے شکنجے میں پھنس چکا ہے...... ایسا شعور جس کا زندگی کے معروضی حقائق سے کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے کیوں اور کس لیے ہے؟

اس کی ایک وجہ تو جہالت اور لاعلمی ہے۔ اکثر لوگوں کو معمولات زندگی کے متنوع متبادل طور طریقوں میں سے بہت تھوڑے حصے سے واقفیت ہوتی ہے۔ تصوراتی اور خیالیہ داستانوں نے نکل کر بالغ نظری اور پختہ سوچ وفکر پر مبنی شعور کی طرف آنے کے لیے ہمیں ماضی اور حال کے پورے تہذیبی سلسلوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ دوسری وجہ ایک خوف بھی ہے۔ بوڑھا ہونے اور مرنے جیسے واقعات کے خلاف ''جھوٹا شعور'' ایک واحد مؤثر دفاع ہو سکتا ہے۔ اور آخر میں لڑائی جھگڑا آتا ہے۔ عام سماجی زندگی میں کئی لوگ مستقلاً اور غیر لچک

دار طور پر دوسروں کو زیردست رکھتے اور ان کا استحصال کرتے ہیں۔ عدم مساوات اور برتری کے یہ رویے بھی مختلف بھیس بدل کر اور حیلوں بہانوں سے سامنے آتے ہیں اور موت اور بڑھاپے کی طرح ان کی بھی تکذیب کی جاتی ہے۔

جہالت، خوف اور جھگڑا یہ تینوں روز مرہ شعور کے بنیادی عناصر ہیں۔ ان عناصر سے فن اور سیاست اس اجتماعی خواب کا تانا بانا تیار کرتے ہیں جس کا مقصد لوگوں کو یہ سمجھنے سے باز رکھنا ہوتا ہے کہ ان کی سماجی زندگی کن عوامل سے عبارت ہے۔ لہٰذا روز مرہ کا شعور خود کو بیان نہیں کر پاتا خود اس کا وجود ایسی حقیقتوں سے انکار کرنے کی وسیع تر استعداد کا مرہون منت ہے جو اس کی موجودگی کا پتہ دیتی ہے۔ ہم خواب دیکھنے والوں سے یہ توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ اپنے خوابوں کی وضاحت کریں۔ اسی طرح ہم کسی معاشرت میں شریک کار سے بھی یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ معاشرت کی وضاحت کرے۔

کئی ماہرین انسانیات اور مورخین کا نظریہ اس کے برعکس ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تہذیب وتمدن میں شریک کار ہونے کی حیثیت میں ان کی طرف سے دی گئی وضاحت حقیقت سے قریب ترین ہونے کو جھٹلایا نہیں جا سکتا، نہ اس کی اہمیت کم کی جا سکتی ہے۔ وہ متنبہ کرتے ہیں کہ انسانی شعور کو ہرگز ایک ''مدعا'' نہ سمجھا جائے اور فزکس اور کیمسٹری کے مطالعے کے لیے موزوں اس سائنسی ڈھانچے کا اطلاق اگر طرز معاشرت پر کیا جائے تو یہ عمل بے جوڑ ہوگا کیونکہ ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ جدید ''جوابی تمدن'' کے پرچارک موجودہ دور کی عدم مساوات اور ناہمواریوں کے باعث ہونے والی تباہیوں کا دوش بھی معروضیت اور تجسیم (ٹھوس شکل میں پیش کرنے) کو دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا دعویٰ ہے کہ معروضی شعوروآگہی کا نتیجہ ''اخلاقی حساسیت'' کی شکل میں نکلتا ہے اور اس طرح سائنسی علوم کی تلاش اور جستجو اصل گناہ کے ہم پلہ ہو جاتی ہے......

اس سے زیادہ لغو اور نامعقول بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ بھوک، جنگ، جنس پرستی، ایذارسانی اور استحصال کے واقعات سے پوری تاریخ اور ماقبل تاریخ ادوار بھرے پڑے ہیں، وہ اولین زمانے بھی جب انسانی حالات اور واقعات کو ٹھوس شکل میں پیش کرنے کا کسی کو خیال تک نہ تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے (جو ترقی یافتہ شکل میں ٹیکنالوجی کے ضمنی اثرات کے

بارے میں غلط فہمی کا شکار ہوئے) کہ سائنس ہماری معاشرت میں مؤثر معمول زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔ قدرت کے بارے میں ہمارے علم سے متعلق ممکن ہے کہ یہ خیال صحیح ہو لیکن تہذیب وتمدن سے متعلق ہمارے علم کے تعلق سے یہ خوفناک حد تک غلط ہے۔ جہاں تک معمولات زندگی کا تعلق ہے ''علم'' اصلی گناہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ابھی لاعلمی کی ابتدائی منزل پر ہیں۔

لیکن اس سلسلے میں مزید بحث اور ''جوابی تمدن'' والوں کے دعووں کو فی الحال کتاب کے آخری باب تک ملتوی کرنے کی اجازت دیجئے۔ پہلے مجھے یہ بتانا ہے کہ معمولات زندگی سے متعلق کئی اہم پہیلیوں کی وضاحت سائنسی لحاظ سے کیسے کی جا سکتی ہے۔ ایسے نظریات پر بحث اور دلیل بازی سے کچھ حاصل نہ ہو گا جن کا مخصوص حقائق اور سیاق وسباق سے کوئی تعلق نہیں۔ میں صرف ایک عنایت کا طلبگار ہوں۔ براہ مہربانی یاد رکھیئے کہ کسی بھی سائنسدان کی طرح مجھے توقع ہے کہ میں معقول اور قرین قیاس حل پیش کروں گا......لازمی طور پر تیقن آمیز نہیں۔ اس کے باوجود کہ وہ کتنے ہی نامکمل ہوں، بہرصورت قرین قیاس حلوں کو بالکل کوئی حل نہ ہونے پر ترجیح حاصل ہونی چاہیے، جیسے بینڈکٹ کی داستان ہے۔ کسی بھی دوسرے سائنسدان کی طرح میں متبادل وضاحتوں اور تشریحوں کا خیرمقدم کروں گا، شرط یہ ہے کہ وہ سائنسی شہادت کے پیمانوں پر پوری اترتی ہوں اور اسی طرح تفصیلی ہوں۔

آیئے اب ان پہیلیوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

MashalBooks.org

گئو ماتا

جب کبھی کسی معاشرے سے متعلق عملی اور عام تقاضوں کے اثرات پر بحث ہوتی ہے تو یقینی طور پر کوئی یہ پوچھتا ہے کہ ''آپ گائے کے متعلق کیا کہیں گے جسے بھارت کے بھوکے دہقان کھانے سے انکاری ہیں؟'' چیتھڑوں سے اپنے بدن کو چھپائے ہوئے بھوک سے نڈھال کسان کے ساتھ کھڑی ہوئی ایک موٹی تازی گائے کی تصویر مغربی اہل نظر کو ایک عجیب وغریب اور راسخ احساس دلاتی ہے۔ بے شمار علمی اور مقبول حوالے ہمارے اس یقین کو پختہ کرتے ہیں کہ مشرقی لوگوں کو اپنے غیر منطقی رویے ترک کر دینے چاہئیں اور زندگی بسر کرنے کے لیے معقول طرز عمل اپنانا چاہیے۔ یہ جان کر ایک گونہ اطمینان ہوتا ہے کہ انگلینڈ کی مانند، ہندوستان میں روحانی اقدار، خود زندگی کے مقابلے میں زیادہ قیمتی ہیں۔ اس اطمینان کے ساتھ ہی ہم ایک غم کے احساس سے بھی دو چار ہوتے ہیں۔ ہم یہ امید کیونکر رکھ سکتے ہیں کہ ہم اپنے سے اس قدر مختلف لوگوں کو سمجھ پائیں گے۔ اہل مغرب کی سوچ یہ ہے کہ ہندوؤں کی گائے سے محبت کا عملی جواز اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ مقدس گائے...... میں اسے اور کس طرح بیان کروں...... ہماری مقدس گائیوں میں سے ایک ہے اور یہ جواز اس سے کہیں زیادہ حیران کن ہے جتنا ہندو کی گائے سے محبت کا ہے۔

ہندو گائے کی تعظیم اس لیے کرتے ہیں کیونکہ گائے ہر اس شے کی علامت ہے جو زندہ ہے۔ جیسے عیسائیوں کے نزدیک حضرت مریمؑ خدا کی ماں ہیں، ہندوؤں کے نزدیک گائے زندگی کی ماں ہے۔ اسی لیے ہندو کے نزدیک گائے کو مارڈالنے سے بڑا پاپ اور کوئی

MashalBooks.org